نمازی دیکھ کے ہر صبح اس کو روتے ہیں   مدام چھڑں کو اشکوں سے اپنے دھوتے ہیں

اسی کے رنج و تاسف میں جاں کو کھوتے ہیں   نہ دن کو کھاتے ہیں نے راتوں کو وہ سوتے ہیں

وہابی ہو گئے ہیں سارے ان دنوں باہم
کسی کو رکھنے نہیں دیتے اس جگہ پہ قدم

یہ شہر وہ ہے کہ تھے اس میں خلد کے ساماں   ہر ایک شخص جہاں تھا بجائے خود رضواں

ہر ایک طفل یہاں کا تھا ثانئ غلماں   دبیرِ چرخ کا ہم سر تھا یاں ہر ایک جواں

رہا نہ کوئی جواں اور نہ کوئی پیر امیر
برائے مخبری کے رہ گئے ہیں چند شریر

اکڑ کے پھرنا جوانوں کا وہ سرِ بازار   پہن کے ٹوپیاں زریں و باندھ کر دستار

کسی کے ہاتھ میں باڑی کوئی لئے تلوار   کوئی تھا گھوڑا کداتا کوئی تھا فیل سوار

نہ وہ جواں رہے اور نہ کوئی بھی خوشحال
رہے ہیں شہر میں اب کھانیوالے ماش کی دال

مدام جنتی لوگوں کو رہتی ہے حسرت   کہ اُن کے واسطے حق نے بنائی ہے جنت

عبث ہے منعموں کو نازِ سطوت و شوکت   مثال سانپ کے لپٹے گی ان کو یہ دولت

جو اہلِ دین ہیں انکے لئے ہے باغِ نعیم
جو مشرکین ہیں ان کو ملے گی نارِ جحیم

میں دردِ دل کہوں اب کس سے جا کے احسن   نہ کوئی یار رہا ہے نہ کوئی اہلِ وطن

شبانہ روز ہوں میں مبتلائے رنج و محن   مٹا ہے سامنے آنکھوں کے میرے یہ گلشن

خدا کرے کہ یہ ہو جائے پھر چمن آباد
مثال گل کے ہوں باشندے یاں کے خورم و شاد

شذرہ سوئمیں

از افکارِ تازہ حکیم محمد احسن خاں متخلص بہ احسن خلفِ اکبر حکیم محمد حسن خاں صاحب مرحوم

و مغفور از رؤسائے قدیم دہلی است و خوش مے گوید -

ہائے وہ لوگ جو تھے روحِ رَوانِ دہلی　　تا درِ خلد گئے کر کے گمانِ دہلی

خمسوسی صفا کی ہے تجلی پیدا　　بقعۂ نور ہے ہر ایک مکانِ دہلی

چاندنی چوک کو سینہ کہیں اور قلعہ کو سر　　مسجدِ جامع کو ٹھیرائیں میانِ دہلی

لامِ دہلی علم وہائے کا شوشہ پرچم　　اب تو باقی ہے فقط نام و نشانِ دہلی

کیا کوئی فتنہ ہے اے چرخِ ستم گر باقی　　چشمِ خورشید سے کیوں ہے نگرانِ دہلی

غمِ بربادیٔ دہلی میں بجائے مئے ناب　　خونِ دل پیتے ہیں اب بادہ کشانِ دہلی

یہ محبت ہے مجھے یاں سے کہ بعد از مردن　　روزنِ قبر سے بھی ہوں نگرانِ دہلی

کیا عجب ہے کہ یہی خلد میں بولی جاوے　　اہلِ جنت کے پسند آئے زبانِ دہلی

سینۂ احسن کا جو چیرا تو بقولِ رضواں

دلِ خوں گشتہ پہ ہے داغِ زبانِ دہلی

ایضاً

شہر خالی شدہ از پیر و جوانِ دہلی　　رفت بر باد متاعِ دل و جانِ دہلی

ایں طلسمے بود و عذر کشائندہ آں　　کس ندانست چوں من سرِ نہانِ دہلی

دلِ حسرت زدۂ من شدہ گنجِ قاروں　　درہم داغِ الم داد ز یارانِ دہلی

عینکِ مہر بہ چشمِ فلکِ پیر چراست　　بہ خیال است نمودار نشانِ دہلی

احسنِ خستہ جگر رفت بہ سوئے جنت

حوریاں را مگر آموخت زبانِ دہلی

سحر طراز مولوی ممتاز حسین صاحب بجنوری متخلص بہ احقر کہ مرد خوش گو و خوش فکر اند

وہم در ریختہ وہم در فارسی سخن مے سراید۔

ہائے افسوس کہ آفت زدگانِ دہلی　　جان لیتے ہیں جو کرتے ہیں بیانِ دہلی

آشیانے میں وہاں زاغ و زغن کے صدہا — تھے جہاں سینکڑوں طاؤس ہزاروں شاہیں
چوبِ بوسیدہ کا انبار پڑا تھا کہ جہاں — سروِ نوخیز کھڑے رہتے بہ زیب و زیں
تودہ تودہ تھا پڑا ملبے وہاں بول و براز — جس جگہ رہتی تھی آراستہ بزمِ رنگیں
چہچہے قہقہے میں جن کی گزرتی اوقات — مثلِ ماتم زدہ بیٹھے نظر آئے غمگیں
دیکھ یہ حال بصد حسرت و صد یاس و الم — واں تجمل نے پڑھا مطلعِ ثاقب یہ وہیں

اے کہن سال فلک دشمنِ جانِ دہلی
کیا ترے ہاتھ لگا کھو کے نشانِ دہلی

ترانہ سنجیٔ عندلیبِ طبع سخن گزیں نواب شہاب الدین احمد خاں بہادر متخلص بہ ثاقب خلفِ اکبر نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر در نظم و نثر یگانۂ آفاق و از برگزیدہ شاگردانِ نواب اسد اللہ خاں بہادر غالب اند۔

اے کہن سال فلک دشمنِ جانِ دہلی — کیا ترے ہاتھ لگا کھو کے نشانِ دہلی

حیف صد حیف کھدی شاہ جہانی تعمیر — وائے صد وائے مٹی شوکت و شانِ دہلی
واں نہ قلعہ نہ دریبہ نہ سڑک پھر کیونکر — دلی والوں کو ہو جنت پہ گمانِ دہلی
اس کی ویرانی سے آباد ہوئے اور بلاد — ہے بہارِ چمنِ دہر خزانِ دہلی
اہلِ دہلی نہ کریں بخت کا شکوہ کیونکر — بخت خاں جی ہوئے جب باج ستانِ دہلی
سحر آہنگ مغنی تھے ہزاروں اور اب — کچھ جو باقی ہیں سو ہیں مرثیہ خوانِ دہلی
حاکمِ عادلِ دانا کہ خدا نے بھیجا — تب یہ آباد ہوئے چند مکانِ دہلی
کون وہ داورِ جم مرتبہ گو پر صاحب — کہ جسے خلق کہے شاہِ جہانِ دہلی
شہر والوں کو یہی وردِ زباں ہے شب و روز — کہ سلامت رہے یہ فیض رسانِ دہلی
پھر وہی مسجدِ جامع کے ہے بازار کی دھوم — پھر ہے آراستہ ہر ایک دوکانِ دہلی
پاس مسجد کے شفا خانہ ہے ایسا کہ جسے — ہے بجا کہیے اگر روح و روانِ دہلی
قلعہ میں ہے وہ پریزاد عجائب خانہ — کہ صنم خانۂ چیں ہے نگرانِ دہلی
چاندنی چوک بگڑ کر وہ بنا از سرِ نو — کہ کہیں گے اسے ہم بختِ جوانِ دہلی

چوک کے باغ میں وہ رنگ ہے آتش کا — کہ قسم کھائے ہے فردوس بہ جانِ دہلی

اہلِ ایراں یہ غزل سن کے کہیں گے بیشک
بو دِ ثاقب مگر از اہلِ زبانِ دہلی

روشن بیانیٔ نواب مرزا داغ کہ محامدِ شان در مسدسات ذکر یافتہ

یوں مٹا جیسے کہ دہلی سے گمانِ دہلی — تھا مرا نام و نشاں نام و نشانِ دہلی
لے گئے لوٹ کے اب شوکتِ شانِ دہلی — پوربی پہلے اڑاتے تھے زبانِ دہلی
دلّی والوں کے لئے تازہ بنے گی جنت — لے گئے سر پہ ملک تحفہ مکانِ دہلی
گرم ہنگامہ ہوئے لالہ رخانِ پنجاب — گل کھلائے ہیں نئے تو نے خزانِ دہلی
رشکِ شمشاد تھا ہر خوش قد و ہر خوش رفتار — سروِ آزاد تھا ایک ایک جوانِ دہلی
عارضِ صاف تھا ایک ایک مصفا بازار — چشمِ پُر جلوہ تھی ایک ایک دکانِ دہلی
اس سے بڑھ کر کوئی محشر میں نہ ہوئیگا حساب — بس یہی ہوگا کہ ہم اور بیانِ دہلی

مژدہ اے جنت کہ پھر آئے یہاں صاحب لوگ — زیبِ دہلی ہے کوئی ہے کوئی شانِ دہلی
دے دیئے فوج کو حکام نے انعام میں سب — گنجِ قاروں سے فزوں گنجِ نہانِ دہلی
قلعہ میں بارکیں تو ہے کی بنی ہیں کیا خوب — نہیں کلکتہ غرض اب تو لبانِ دہلی
قلعہ کے نیچے کا میدان پھر اسپین و سڑک — کہ بدل کہئے جسے ہے دل و جانِ دہلی
گر یہ میدان نہ ہوتا تو ٹھکانا ہی نہ تھا — تنگ ہی رہتی سدا روح و روانِ دہلی
رو کشِ سدِ سکندر اسے کہیئے تو بجا — فتح گڑھ ہے جو پہاڑی پہ قرانِ دہلی
یا خدا مسجدِ جامع کا رہے نام بلند — اہلِ کعبہ کہیں وہ آئی اذانِ دہلی

نیرّ و غالب و آزردہ سے پھر لوگ کہاں
داغ اب یہ ہیں غنیمت ہمہ دانِ دہلی

نغمہ ریزی طوطیٔ سخن مرزا شمشاد علی بیگ خاں صاحب المتخلص بہ رضوانؔ برادر مرزا
قربان علی بیگ خاں سالکؔ از شاگردانِ جناب مستطاب نواب نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں